بسم اللہ الرحمن الرحیم

فریق اول:

حاجی نور محمد (مرحوم) کے چار بیٹے ہیں: حاجی محمد حنیف، حاجی محمد میر، حاجی محمد اور ولی محمد۔

فریق دوم:

حاجی محمد عظیم (مرحوم) کی دو بیویاں ہیں: ایک بیوی سے چار بیٹے ہیں: بشیر احمد، محمد عارف، نذیر احمد اور وزیر۔

جب کہ دوسری بیوی سے چار بیٹے ہیں: محمد عابد، عرب، محمد بلال اور محمد عباس (مرحوم)

یہ دو فریق ہیں، ان کے درمیان ایک مکان مشترک تھا، فریق دوم نے فریق اول پر اپنا حصہ فروخت کیا، مکان کی قیمت تیس لاکھ مقرر کی گئی، فریق اول کو پندرہ لاکھ دینے تھے، لیکن ایک لاکھ چوالیس رقم نہ دی، بلکہ یہ طے پایا: کہ انتقال جائیداد کے دوران ان کو بقایا رقم دی جائے گی۔ حاجی محمد نے اپنے چچا محمد عظیم (مرحوم) سے کہا: کہ جو دوکان فریق اول کے نام ہے، حساب میں فریق دوم کو ملی ہے، ہم اس کو آپ کے نام منتقل کر دیں گے اور آپ (فریق دوم) مکان کا فروخت کیا ہوا حصہ ہمارے نام منتقل کر دیں، جس پر تقریبا دس ہزار کا خرچہ آئے گا، وہ ہم فریقین برابر تقسیم کریں گے، لیکن بد قسمتی سے ایسا نہ ہو سکا۔۔۔۔

حاجی محمد اعظم (مرحوم) نے اپنی جائیداد بیٹوں کے نام کر کے ان کو قبضہ بھی دیا، ہر اہلیہ کے بیٹوں کو اپنی ملکیت میں موجود جائیداد تقسیم کرا دی، اور خود محمد عابد، عرب اور محمد بلال کے پاس رہائش اختیار کی اور طے یہ پایا: کہ دوسری اہلیہ کے بیٹے: حاجی بشیر احمد وغیرہ مجھے آٹھ لاکھ روپے دیں گے، یہ میرا ان پر قرضہ ہے، چنانچہ انہوں نے دو لاکھ روپیہ دے دیے، جب کہ چھ لاکھ روپے جائیداد کی صورت میں حوالہ کر دیے۔ اور وہ اس طرح کہ حاجی محمد عظیم (مرحوم) چونکہ محمد عابد وغیرہ کے ساتھ رہتا ہے، ہم اپنے والد کے چھ لاکھ قرض جائیداد کی صورت میں حوالہ کریں گے لہٰذا اسی رقم کے مطابق جائیداد میں اضافہ کیا۔ لیکن یہ معلوم نہ کیا، کہ کس جائیداد میں یہ اضافہ ہے؟

حاجی محمد عظیم نے اپنی زندگی میں ایک دوکان کا کرایہ مدارس، مساجد اور غرباء کے لیے وقف کیا ہے۔

اب دریافت طلب سوالات یہ ہیں:

- حاجی بشیر احمد یہ کہتاہے : کہ نور محمد کے بیٹوں (حاجی محمد حنیف اور حاجی محمد میر وغیرہ) نے جو میرا ایک لاکھ چوالیس ہزار رقم انتقال کی وجہ سے روکا تھا،اب مجھے آج کے حساب سے رقم چاہیے ،کیونکہ اس رقم پر کافی عرصہ بیت چکاہے۔اس رقم سے میں اب تک بہت کچھ کما چکا ہوا تھا۔کیاان کا یہ دعوی درست ہے؟
- حاجی بشیر احمد وغیرہ ہے کا کہناہے : کہ ہم نے چھ لاکھ روپیہ والد کو جائیداد کی صورت میں قرض دیا تھا،والد کے انتقال کے بعد جائیداد کی قیمتوں میں بہت اضافہ ہواہے اور یہ رقم اب میراث ہے۔لہٰذاہمیں آج کے حساب چھ لاکھ کے تناسب سے جائیداد میں حصہ ملناچاہیے۔کیاان کا یہ مطالبہ ازروئے شرع درست ہے؟
- حاجی بشیر احمد وغیرہ کہتے ہیں : کہ ہم وقف شدہ کرایہ کو روک لیں گے ،دوکان کو فروخت کر کے ہم آپس میں تقسیم کریں گے۔والد کے انتقال کے بعد بھی ہم نے کہاتھا: کہ دوکان فروخت کردو، یا کرایہ کے استعمال میں ہمیں بھی اعتماد میں لے لو۔چنانچہ نہ ہمیں کرایہ ملا،نہ ہی ہمارے صوابدید پر مدارس اور مساجداور فقراء کو دیا گیاہے۔لہٰذاوالد کے انتقال سے لے کرتاحال جتنا بھی کرایہ وصول ہواہے وہ ہمیں چاہیے ۔کیاان کا یہ مطالبہ درست ہے؟جب کہ فریق دوم : محمد عابد کا کہناہے: کہ کرایہ کی رقم سے ہم نے دوسال والد کا قرضہ اتاراہے اور بقیہ رقم ہم نے والد ہی کی وصیت کے مطابق غریبوں پر تقسیم کیاہے۔

الجواب حامداومصلیا

واضح رہے:

باپ کے انتقال کے بعد جائیداد میں تمام ورثہ شریک ہوں گے ،بیٹوں کا جائیداد لے کروالدہ اور بہنوں کو محروم کرنا شریعت کی دھجیاں اڑاناہے۔اسی کا نتیجہ ضرور یہی نکلے گا،کہ آپس میں نہ ختم ہونے والے اختلافات اور باہمی کشاکشی ہوگی۔

- پہلی صورت مسؤلہ میں (بصورت صدق واقعہ) حاجی بشیر احمد وغیرہ کو صرف ایک لاکھ چوالیس ہزار رقم ملے گی۔ان کا یہ کہنا: کہ مجھے آج کے حساب سے زیادہ رقم ملنی چاہیے۔ازروئے شرع ناجائزاور سود ہے۔

لہٰذانہ ہی زائد رقم کا مطالبہ درست ہے اورنہ ہی اسی رقم کی مد میں جائیداد سے حصہ دینادرست ہے۔

"عن فضالہ بن عبیدصاحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنہ قال:کل قرض جرمنفعہ،فھووجہ من وجوہ الربا۔"

(السنن الکبری للبہیقی،کتاب البیوع،ط: دارالفکر،بحوالہ :فتاوی قاسمیہ:با ب القرض:ج ۲۱)

" کل قرض جرنفعا ،فہوربا-----"

(الدرمع الرد، کتاب البیوع، باب المرابحہ: 166/5، بحوالہ قاسمیہ: ج۲۱)

❖ دوسری صورت میں صرف چھ لاکھ میراث ہوگی ،بشرطیکہ والد نے زندگی میں اس کو محفوظ کیاہو اوراپنے اوپر خرچ نہ کیاہو۔

واضح رہے:

والد نے اپنے بیٹوں (حاجی بشیر احمد وغیرہ) سے کہاتھا: کہ میرا آٹھ لاکھ قرضہ تمھارا ذمہ ہوگا،انہوں نے دولاکھ قرضہ چکا دیا ،جب کہ چھ لاکھ قرضہ جائیداد کی شکل میں دے دی۔اور یہ سارا کا سارا قرضہ ہی شمار ہوگا۔اور شریعت کے قانون کے مطابق قرض میں کوئی اضافہ نہیں ہوتاہے۔

"الاقرض تقضی بامثالھا"۔

(مستفاد امدادالفتاوی :ج ۳،ص ۱٦۵،بحوالہ قاسمیہ : باب القرض :ج ۲۱)

وان استقرض دانق فلوس ،أو نصف درهم فلوس ،ثم رخصت أوغلت ،لم يكن عليہ الامثل عدد الذی أخذه ۔

(الشامیہ؛کتاب البیوع،باب المرابحہ والتولیہ،فصل فی القر ض : 162/5)

(کذافی الفقہ علی المذاہب الاربعہ:344/2)

(ماخوذ ازقاسمیہ:باب القرض :ج ۲۱)

قال فی الشامیہ:

ان الديون تقضى بامثالها على معنى أن المقبو ض مضمون على القابض ؛لان قبضہ بنفسہ على وجہ التملک ولرب الدين على المدين مثلہ۔فالتقى الدينان قصاصا ۔وتمامہ فی البحر۔

(کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب والقتل وغیرذلک: 848/3ط: سعید)

تیسری صورت میں جب حاجی محمد عظیم (مرحوم) نے زندگی میں دوکان کا صرف کرایہ وقف کیاہے،مرحوم کے انتقال کے بعد دوکان بطور میراث تقسیم ہوگی اوراس میں تمام ورثہ شریک ہوں گے (باپ کے انتقال کے وقت جو بھی وارث زندہ

ہو)۔والد کے انتقال کے بعد محمد عابد کا یہ حق نہیں تھا کہ دوکان کے کرایہ میں دیگر شرکاء کے بغیر تصرف کرے۔اب انہوں نے جو تصرف کیاہے وہ اس کا ذاتی حصہ سے شمار ہوگا،دیگرورثاہ اگراس کے اس تقسیم کارپر راضی ہیں،تو ٹھیک ہے ورنہ ہر وارث کے حصہ کا ذمہ دار ہوگا۔اور اس کی صورت یوں ہوگی،کہ رقم دوکان کے کرایہ سے وصول کی جائے۔

نوٹ:یہ مسئلہ دارالافتا سے باقاعدہ شائع نہیں ہواہے،یہ صرف افادہ عام کی خاطر نشر کیا جاتاہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

سید کلیم اللہ حرمزئی۔